السر المکتوم فی اسباب تدوین العلوم

مترجم مولانا ابو یحییٰ امام خاں

یہ رسالہ مصنف علام کے مسترشدین مُلّا امان اللہ اور مُلّا شیر محمد دونوں کی تحریک پہ سپرد خامہ ہوا۔ حسب بعد البسملہ و تحمیدہ فرماتے ہیں:۔

اما بعد فیقول العبد الضعیف ولی اللہ بن عبد الرحیم عاملھما اللہ تعالیٰ بفضلہ العظیم ہذہ فائدۃ ارجوان ینتفع بھا من تاملھا واعطیھا من الفہم حقھا حملنی علی تحریرھا التماس ذوی فی الدین مُلّا امان اللہ ومُلّا شیر محمد بلغنی اللہ وایاھما بما نتمنّی بمنّہ وکرمہ۔

شاہ ولی اللہ کا یہ رسالہ عربی میں ہے۔

مترجم کے پیش نظر رسالہ مذکورہ کا وہ نسخہ ہے جس کا عربی متن اردو ترجمے کے ساتھ ہ مطابق ۱۹۰۳ء میں دھلی میں چھپا تھا۔ اس کے طابع و ناشر سید ظہیر الدین عرف سید لی اللّٰہی مالک مطبع احمدی متعلق مدرسۂ عزیزی دہلی تھے۔

مدرسۂ عزیزی کا محل وقوع دہلی کے موجودہ اردو بازار سے مشرق کی طرف جگت سینما سے ملحق سے لگا ہوا ہے اور ادھر کوچہ چیلاں کی طرف جاتے ہوئے یہ احاطہ پہلے مدرسۂ شاہ سیم سے موسوم تھا۔ اب اس میں بڑ بونجے رہتے ہیں۔ ادھر کھڑکی سے ملا ہوا کمرہ ہے بیٹھ کر شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے تھے۔ یہ واقعہ مجھے عبد الغنی صاحب نے بتایا جو ۱۹۳۹ء میں شاہ جہاں آبادی کے مزار پہ مجاوری فرماتے تھے اور ایک ٹانگ کے بل پہ چلتے تھے۔

(ابو یحییٰ)

شکر ہے اس خدا کا جو نعمتیں بخشنے والا اور مکروہات سے نجات دلانے والا ہے۔ دلوں میں حکمت و دانائی کا القا جس کے بس میں ہے، ہم اس کی حمد کرتے اور اسی کے حضور اپنی بخشش کے خواہش مند ہیں۔ اس کی ذات سے اپنی ناجائز تمناؤں کے نقصانات سے پناہ مانگتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ اس ذات کبریا کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ اور ہم یہ شہادت بھی دیتے ہیں کہ بلاشبہ سیدنا محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، جو اخلاق کے اکمال کا سبب ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اہل معالی الھمم۔

بعد ازیں عرض گزار ہے عبد ضعیف ولی اللہ بن عبدالرحیم۔ ان دونوں کے ساتھ پروردگار بخشش اور احسان کا معاملہ فرمائے۔ اس (رسالے) سے امید ہے پڑھنے اور سننے والے فائدہ حاصل کریں۔ اور سبحانہ و تعالیٰ ان کی دستگیری فرمائے۔

واضح ہو کہ علوم مدونہ چار قسموں پر مشتمل ہیں۔ عربی۔ شرعی۔ فلسفی اور محاضرہ کے متعلق۔ ہم ان شاء اللہ ان علوم کے ناموں اور لوگوں میں یہ جس طرح پھیلے، اس کے اسباب پر نہایت اختصار کے ساتھ گفتگو کریں۔

پہلی فصل —— علوم عربیہ

علوم عربیہ اس لئے مدون کئے گئے کہ ان کے ذریعہ کلام عرب کی معرفت حاصل ہو۔ منجملہ ان کے ایک وہ علم ہے، جس میں حروف مفردات سے بحث کی جاتی ہے۔ اگر ان سے بہ لحاظ مادہ بحث کی جائے تو یہ علم لغت ہے۔ اگر زبان سے حروف کو ادا کرنے کی کیفیت پر بحث ہو، تو یہ علم المخارج ہے۔ الفاظ کی ہیئت سے بحث کو علم صرف سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور جب الفاظ کو اصل و فرع کے لحاظ سے ایک دوسرے سے منسوب کیا جائے، تو یہ علم الاشتقاق ہوا۔ منجملہ ان کے ایک وہ علم ہے، جس میں مرکبات سے بحث کی جاتی ہے، اور اس کی بھی کئی شاخیں ہیں۔ اگر مرکب کلمہ کے آخری احوال سے بحث ہو تو وہ علم نحو ہے۔ صنعت ترکیب کے اعتبار سے بحث کی گئی ہو، تو وہ علم التالیف ہے اور محسنات کلام کے لحاظ سے ہو، تو وہ علم البدیع ہے۔

منجملہ ان کے ایک وہ علم ہے، جس میں شعر کے احوال سے بحث کی جاتی ہے اور اس کی بھی شاخیں ہیں۔ وزن کے لحاظ سے شعر پر بحث ہو، تو وہ علم العروض ہے۔ اور اخر ابیات کے اعتبار سے بحث ہو تو وہ علم القافیہ ہے اور اس سے متعلق علم الخط ہے، جس میں عربوں کی اصطلاح کے

فن کتابت یعنی حروف کی شکل و صورت سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ فنون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
تر اس شکل میں نہیں تھے کہ ان کا کوئی خاص مقام ہوتا۔ سب سے پہلے ابوالاسود نے ان کے استنباط کی
رح ڈالی۔ اس نے دواوینِ اشعار پر زبر زیر پیش کی علامتوں کے لئے نقطے لگائے۔ پھر خلیل بن احمد
۔ اور انہوں نے لغت میں کتاب العین تصنیف کی اور عروض و قافیہ کا استنباط کیا۔ پھر سیبویہ آئے اور
نے نحو میں اپنی مشہور کتاب لکھی اور اس میں ایک ضمیمہ شامل کیا، جس میں حروف کے مخارج علم صرف
الیف اور قدرے علم معانی کا بیان ہے اس کے بعد بادشاہوں کے ندیموں وغیرہ میں سے جو سخن طراز
تھے، انہوں نے قصہ کہانیاں اور بلیغوں کے شعروں کے متعلق باہمی بحثوں کے نکتے جمع کر دیئے،
۔ یہ علوم معانی و بیان و بدیع کے استنباط کا ایک اساس بن گیا۔

دوسری فصل — علوم شرعیہ

علوم شرعیہ کی تدوین اس غرض سے ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی طرف
جن امور کے ساتھ مبعوث ہوئے، ان کی معرفت حاصل ہو۔ ان علوم کا مرجع ہے قرآن مجید و سنت
سے مستنبط کیا گیا۔ سلف نے علوم شرعیہ میں چار اصناف کی تصانیف کیں۔ جس میں عبادات،
کی فروخت، میراث، خانہ داری، شہروں کی سیاست، اور آداب معاشرت کا ذکر ہے۔ تفسیر۔ اس میں
مجید کے نامانوس (غرائب) الفاظ کی شرح، نزول آیات کے اسباب کا بیان، متعارض آیات میں
بق و توافق، مشکل مقامات کی وضاحت، ناسخ و منسوخ کا بیان اور اسی طرح کی چیزیں آتی ہیں۔
سیر۔ اس میں آنحضرت صلعم کی عادات و شمائل، آپ کا اِدھر اُدھر جانا، آپ کے غزوات و مشاہد اور اس طرح
دوسری باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ رقائق۔ یہ مشتمل ہے مواعظ و نصائح کی تلقین جنت و دوزخ، اعمال کے
ج، صحابہ کے مناقب اور زہد و ترک دنیا وغیرہ کے ذکر و اذکار پر۔

ان اہل علم میں سے کوئی ایسا تھا، جس نے ایک فن میں کمال حاصل کیا، اور وہ اسی کا ہو گیا۔ بعض دو دو
بھی فنون پر جامع تھے۔ چنانچہ ضحاک بن مزاحم مفسر تھے۔ ابو حنیفہ، مالک اور شافعی فقہاء، اور ابن اسحاق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے عالم اور واعظین، زہاد اور صوفیہ علم رقائق والے تھے
ن بہت سے فنون کے جامع تھے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے عبداللہ بن عباس امام تفسیر تھے

اور عمر، علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم ائمہ فقہ تھے۔ ان کے زمانے کے بعد اور لوگ ان فنون کی تحقیق میں لگ گئے اور ان کی بحث و تمحیص میں انہوں نے گہرے غور و فکر سے کام لیا چونکہ پہلے پہلے صرف قرآن و سنت ہی تھے، اس لئے انہوں نے قرأت کی مختلف وجوہ یعنی لہجوں کے بارے میں تصنیفات کیں اور اس میں سات اور سات سے بھی زیادہ مذاہب ہو گئے۔ ان میں سے بعض روایت پر اور بعض عربوں کے کلام اور علم المخارج پر محمول ہیں۔ انہوں نے قرآن کے رسم الخط پر لکھا اور اس میں عثمانی مصاحف کا تتبع کیا۔ اسی طرح انہوں نے اوّل اوّل بغیر کسی سابقہ نمونے کے جمع و تدوین احادیث پر کتابیں لکھی۔ پھر انہیں غور و فکر اسی ضمن میں بہت سے فنون کی ترتیب کی طرف لے گیا۔ ان میں سے ایک حدیث صحیح کو سقیم سے، اور مستفیض کو غریب و معلول سے متمیز کرنا ہے، جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم، مستدرک حاکم، مسند احمد جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، نسائی، دارقطنی ہیں۔ ان کتابوں میں ایک قسم ہے، جس میں حدیثوں کو مسائل فقہ کے اعتبار سے مرتب کیا گیا۔ مثلاً کتب شافعی، ابن ماجہ، بیہقی اور شرح السنۃ وغیرہ نیز احادیث کی ایک تقسیم صحابہ کے لحاظ سے ہے۔ اور یہ کتابیں مسند کے نام سے موسوم ہیں، جیسے مسند ابی یعلیٰ[1] اور مسند بزار۔

منجملہ ان فنون کے، ایک فن اسماء الرجال[2] کا ہے۔ اس میں رجال احادیث پر جرح و تعدیل

---

[1] نام مسند صرف صحابہ کی تقسیم کے لحاظ سے ہے، بلکہ شیوخ و اساتذہ کے ساتھ بھی مسند منسوب ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں نے اتحاف النبلاء میں ایسی تقریباً پچاس مسانید کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے سب سے زیادہ مشہور مسند امام احمد بن حنبل ہے۔ مسانید میں ترتیب مسائل کا لحاظ نہیں ہوتا۔ پہلے کسی ایک صحابی کی مرویات آتی ہیں۔ پھر دوسرے کی۔ اب ان سے اخذ مسئلہ کے لئے ان کی تبویب ضروری ہوئی۔ چنانچہ مسند امام احمد کی بے شمار شروح کے ساتھ اسے مبوّب بھی کیا گیا۔

[2] علمائے ہند و پاک میں سے علامہ طاہر پٹنی نے المغنی نام سے رجال پر کتاب لکھی جو مطبع نظامی دہلی میں طبع ہوئی۔ اور اب نایاب ہے۔

اور احادیث کے نامانوس غریب الفاظ[1] کی شرح ہوتی ہے۔ انہی فنون میں سے ایک مختلف کتب میں آمدہ احادیث کی تخریج[2] ہے، جیسے احیاء العلوم کی تخریج اور ایسے ہی کتب صحیحہ کی طرز پہ تخریج ہے جیسے صحیح ابی عوانہ اور صحیح الاسماعیلی۔

منجملہ ان فنون کے ایک فن مشکل الحدیث کا ضبط، مختلف حدیثوں میں تطبیق دینا اور اصول حدیث ہے۔ اور ان میں سے ایک کتب حدیث کی متون کی شرح کرنا ہے۔ جیسے ابن حجر اور نودی نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی شرحیں لکھیں۔ ان کے علاوہ وہ کثیر التعداد شروحیں جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس بندے پر بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے اسے اسرار حدیث اجمالاً و تفصیلاً بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں انہیں مدون کر دیا ہے،

---

[1] غریب الحدیث پر بھی علامہ تیمنی نے مجمع البحار کے نام سے کتاب لکھی۔ اردو میں نواب وحید الزماں حیدرآبادی نے لغات اللغات نام سے کتاب لکھی، جو دوسری مرتبہ کراچی سے شائع ہو گئی ہے۔

[2] کسی مصنف کی مؤلفہ کتاب میں جو احادیث آئی ہوں، ان کے راویوں کی جرح و تعدیل تخریج ہے جیسے امام غزالی کی احیاء العلوم پر حافظ زین الدین العراقی (م ۸۰۶ھ) کی کتاب، اور ہدایہ پر زیلعی (جمال الدین یوسف م ۷۶۲ھ) کی تالیف نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ ہے۔

برصغیر میں علم حدیث کی اس صنف پر زیادہ کام نہیں ہو سکا۔ شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں آوردہ احادیث کی تخریج قاضی محمد مچھلی شہری نے یہ مہم سر کی تھی۔ لیکن ان کی رحلت کے بعد یہ کتاب طبع نہ ہو سکی۔ تخریجات میں ہندی علماء میں سے نواب صدیق حسن خاں کی کتاب الادراک فی تخریج احادیث الاشراک "تفویت الایمان" میں مستخرجہ احادیث پر ہے اور نواب وحید الزماں کی تالیف احسن الفوائد فی تخریج احادیث شرح العقائد ہے۔ اسی فصل میں مولانا سید امیر علی ملیح آبادی کی تالیف تعقیب ہے۔ جس میں تقریب التہذیب ذہبی میں آمدہ راویوں کے اسماء و کنیٰ کی تصحیح ہے۔ کتاب تقریب التہذیب کے حاشیے پر نولکشور میں طبع ہو چکی ہے۔

بعدازاں اہلِ علم ان مذکورہ بالا چار فنوں کی تحقیق کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور تفسیر میں ان کا زیادہ انہماک ہوا۔ چنانچہ ہر صاحبِ فن نے تفسیر لکھی۔ صاحبِ نحو نے نحو کو، صاحبِ لغت نے لغت کو، صاحبِ اخبار نے مناسب قصوں کو، صاحبِ قرأت نے اپنے فن کو، صاحبِ فقہ نے فقہ کو، صاحبِ علم معانی نے علم معانی کو، صاحبِ علم کلام نے علم کلام کو اور صاحبِ تصوف نے تصوف کو اس [illegible] کیا۔ غرض بڑی کثرت سے کتابیں لکھی گئیں۔ اور وہ خوب پھیلیں۔ اس کے بعد اہلِ علم نے ان تمام کو جمع کرنے کی کوشش کی، جیسے کہ رازی، بیضاوی اور نیشاپوری کی تفسیریں ہیں۔ پھر فقہ میں تلاش و تفحص انہیں اس طرف لے گیا کہ وہ اصولِ فقہ، علمِ جدل اور معرفتِ خلاف کا استنباط کریں اور چونکہ حوادث و واقعات کسی ایک حد پر نہیں رکتے اور جو کچھ پہلے لکھے گئے ہیں، وہ تمام حوادث و واقعات کے لئے کافی نہیں، اس لئے بعد میں آنے والوں نے پہلوں کے نصوص سے مسائل استنباط کرنے کی طرف توجہ کی۔ انہوں نے فتاویٰ اور واقعات جمع کئے اور اس میں بعض اقوال اور وجوہ کی دوسروں پر ترجیح کو مدنظر رکھا۔ اس کے بعد وہ اپنے اپنے مذاہبِ فقہ کے علوم کی تدوین اور اقوال اور وجوہ کی روایت کی تحقیق و تائید میں لگ گئے اور انہوں نے ہر مذہب و مسلک کے حق میں منقول اور معقول دلائل فراہم کیں اور اس پر کتابیں لکھیں۔ اس وقت وہ فقہی مذاہب، جو مدوّن و منضبط ہو چکے تھے اور ان میں تخریج و ترجیح بکثرت ہو چکی تھی۔ چار تھے

علمِ رقائق یعنی وعظ و نصیحت میں ایک گروہ نے دو طریقوں سے سعی و کوشش کی۔ کبھی تو انہوں نے مواعظ اور دلوں میں رقت پیدا کرنے والی حکایات پر مشتمل کتابیں تصنیف کیں اور منبروں سے ایسے اسلوب میں جو لوگوں کے دلوں پر اثر کرے، ان چیزوں کا ذکر کیا۔ اور کبھی انہوں نے راہِ آخرت پر چلنے کے بارے میں کتابیں لکھیں۔ چنانچہ اس کے لئے انہوں نے قواعد بنائے، انہیں تفصیل سے بیان کیا اور ان پر مسائل کی بنیاد رکھی، جیسے کہ کتاب احیاء العلوم ہے۔ اسی طرح بعد میں آنے والے کتبِ سیَر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ان میں تنقیح اور بحث کی اور جو مناسب سمجھا اس کا اضافہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے صحابہ، تابعین، علماء اور زاہدوں کی سیَر لکھیں، اور یہ سلسلہ اتنا آگے بڑھا کہ لوگوں نے اپنے مشائخ کی سیرتیں تصنیف کیں اور فرداً فرداً ان کے اقوال منضبط کر دیئے۔ تصانیف کی اس قسم کو "مقامات" اور "ملفوظات" کا نام دیا گیا۔

یا ایک شیخ کے حالات منضبط کرنے کے بجائے ایک طبقے کے تمام لوگوں کے حالات یکجا کر دیئے

جیسے مشائخ چشت یا علمائے حنفیہ یا ایک زمانے، یا ایک ملک یا شہروں کے علماء و مشائخ کے حالات اس نوع کی تصنیفات کو طبقات یا طباق کا نام دیا گیا۔ ان تصنیفات میں کچھ تو تاریخ کا حصہ ہے اور کچھ اسماء الرجال کی کتابوں کا، ان کی ترتیب میں ادھر ادھر سے استفادہ کیا گیا۔ اس باب میں راقم ضعیف نے انفاس العارفین کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اپنے والد ماجد اور عم محترم کے مقامات اور بعض اہل حرمین کے کچھ حالات جمع کئے ہیں۔ علی ھذا القیاس ان اہلِ علم میں سے بعض ایسے تھے، جنہوں نے صوفیہ کے اوراد اور ان کے احوال پر کتابیں لکھیں اور بعض نے صوفیہ کے رموز، جو ان کے احوال کے تغیر کی وجہ سے تھے ان پر تصنیفات کیں۔ پھر ان لوگوں کے سلوک کے معاملے میں کئی مسلک اور مذہب ہو گئے۔ اور ہر مسلک اور مذہب پر انہوں نے رسالے لکھے۔

ان اہل علم میں سے ایسے بھی تھے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و درود بھیجنے کے متعلق تصنیفات کیں، جیسے کہ دلائل الخیرات[1] ہے اور بعض نے احزاب اور مناجات مرتب کیں۔

جب ملت کے بہت سے فرقے بن گئے اور ان فرقوں نے مختلف جماعتوں کی شکل اختیار کر لی تو یہ ہوا کہ ان میں قیل و قال اور بحث و مناظرہ ہونے لگے۔ ان فرقوں میں سے معتزلہ تھے۔ انہی میں سے روافض تھے۔ اہل تفلسف تھے۔ اور انہی میں سے یہود و نصاریٰ اہل کتاب تھے۔ بعض اوقات دین کی نصرت کے لئے ان مباحثوں[2] کی ضرورت پڑتی تھی۔ ان مباحثوں کے لئے انہوں نے مجالس و محافل قائم کیں۔ لیکن جب تک ان امور کے لئے مستحکم اصول، الگ الگ فروع، ترتیب و تسلسل افکار اور حسن تحریر و تقریر نہ ہو، یہ مباحثے اتمام کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور عادتاً یہ دوسروں کی باتیں سننے، وراثت میں دوسروں سے لینے، تدوین و تصنیف اور تعلیم و تعلم کے بغیر ممکن

---

[1] از ابو عبداللہ محمد بن سلیمان بن ابوبکر۔ م ۸۵۴ھ

[2] ان میں سب سے زیادہ موثر مناظرہ بشر مریسی معتزلی اور امام عبدالعزیز بن یحییٰ الکنانی المکی کا ہے۔ جو مامون الرشید کی صدارت میں قدیم و خلق قرآن پر ہوا۔ اور بعد میں کتاب الحیدہ کے نام سے چھپ گیا۔ اس کا اردو میں ترجمہ فتنۂ خلق قرآن کے نام سے راقم السطور نے ۱۹۳۵ء میں چھپوایا۔

نہیں۔ لہذا وہ لوگ علم کلام کی تالیف میں لگ گئے۔

اہل اسلام میں سے جنہوں نے سب سے پہلے بحث و مناظرہ سے عملی دلچسپی لی، وہ معتزلہ تھے انہوں نے فلسفہ سے حد[۱]، اسم[۲]، قیاس[۳] اور مقولات[۴] عشر کے مباحث نیز الٰہیات میں سے امور عامہ[۵] کے مباحث لئے اور ان کے ساتھ شریعت میں جو صفات، نبوات اور معاد کے مباحث تھے، انہیں شامل کر لیا۔ چنانچہ وہ اصول فلسفہ جو قواعد اسلامیہ کے خلاف نہ تھے، انہیں تو انہوں (معتزلہ) نے بحالہ رہنے دیا اور جو قواعد اسلامیہ کے خلاف تھے، ان پر اعتراض کئے۔ اور ان کی جگہ انہوں نے دوسرے اصول قائم کر دیئے۔ فلسفہ سے علم کلام کو اخذ کرنے کے یہی معنی ہیں اہل سنت میں سے جنہوں نے سب سے پہلے علم الکلام پر گفت گو کی۔ اور اسے اختیار کیا۔ وہ ابوالحسن اشعری تھے۔ اور ان کا اعتزال سے رجوع کا قصہ تو مشہور ہی ہے۔ وہ (معتزلی ہونے کے دور میں) جان گئے تھے۔ کہ ایک اصول کی بنیاد کیسے ڈالی جاتی ہے۔ اور پھر اس سے مختلف فروع اور شاخیں کس طرح نکلتی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے معتزلہ ہی کے نمونے پر اپنے طریقے کی بنا رکھی۔ بعد ازاں ابونصر اور ابوعلی وغیرہ آئے۔ اور انہوں نے قواعد اسلامیہ کو فلسفہ پر اس طرح تطبیق دینا شروع کیا کہ فلسفہ میں جو چیز اسلام کے خلاف تھی، اس کی تاویل کرتے گئے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو ان کا علم کلام نقل کرنے اور اس پر رد و قدح کرنے کی ضرورت پڑی۔ مثال کے طور پر جب شیعہ اپنے مذہب کے حق میں استدلال کرتے، تو انہیں ان کا علم کلام نقل کرنے اور اس کی تردید کرنے کی ضرورت پڑتی۔ اس طرح علم کلام کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا گیا۔ اور وسیع ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس کی اہمیت اور وقار ہو گیا۔ چنانچہ ان کے دلوں

۱؎ تعریفِ شے بذاتیات، چناں کہ تعریف انسان بہ حیوان ناطق۔

۲؎ اسم۔ قیاسِ شے بعرضیات چناں کہ تعریف انسان بہ ماشی و ضاحک

۳؎ قیاس۔ قولیست مرکب بہ دو جملہ کہ لازم آید از وے نتیجہ

۴؎ مقولات عشر۔ یک جوہر و نہ عرض

۵؎ الٰہیات کے امور عامہ۔ در اصطلاح اہل حکمت چیزہا او گویند کہ ذات آنہا عام باشد و مختص بیک قسم از اقسام موجودات نباشد، بلکہ شامل باشد۔

میں جو تذبذب ہوتا تھا، اس سے سکون حاصل کرنے کے لئے وہ اس علم کی طرف رجوع کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ یہ سمجھنے لگے کہ یہی خالص حق ہے۔

جب اہل حدیث[1] نے یہ دیکھا تو انہوں نے اہل سنت کے عقیدے پر کتابیں تصنیف کیں۔ اس ضمن میں انہوں نے وہ احادیث الگ کر لیں، جن سے عقائد کے مسائل مستنبط ہوتے ہیں جہاں تک صوفیہ کا تعلق ہے، پہلے تو وہ ان اشارات و رموز میں مشغول رہے جو صوفیہ کے احوال اور کیفیات کی تعبیر کرتے ہیں۔ پھر وہ اس مقام سے معارف کی طرف منتقل ہوئے۔ اس میں سب سے پیش پیش شیخ محی الدین محمد بن عربی اور ان کے تلمیذ شیخ صدرالدین ہیں۔ جن کی بدولت یہ بھی ایک جداگانہ علم بن گیا۔ اس علم کی باریک باریک رگوں کی طرح بہت سی شاخیں ہیں، جو علوم اشراقیہ سے سیراب ہونے لگیں۔ اسی وجہ سے ان کی اصطلاحات میں مثال[2]، ناسوت[3] اور لاہوت[4] مروج ہوئیں۔ وہ شخص جس نے سب سے پہلے قلم، لوح، امر و خلق کا ان معنوں میں جو صوفیہ کے ہاں مستعمل ہیں، ذکر کیا، وہ میرے نزدیک فارابی تھا، پھر اس کے بعد ان لوگوں کے متبعین جیسے ضرورتیں پیش آتی رہیں، ان امور کے ایک ایک باب کے متعلق کتابیں لکھتے رہے۔ اور ان میں آپس میں بحثیں اور مناظرے ہوتے رہے۔ غرض شرعی علوم و فنون اس طرح شاخ در شاخ اور فرع در فرع ہوئے

(مسلسل)

---

[1] اہل حدیث سے عاملین بالحدیث ترک التقلید نہیں بلکہ ممارسین بالحدیث مفہوم ہے۔

[2] عالم مثال۔ عالمے فروتر است از عالم ارواح و آں چہ دریں عالم ظاہر یست مثل آں در عالم مثال است و خواب مے بینند آں را صور عالم مثال گویند

[3] ناسوت۔ عالم اجسام کہ دنیا و ایں جہاں باشد گاہے مجازاً بمعنی شریعت و عبادتِ ظاہری

[4] لاہوت۔ دراصل "لَا هُوَ اِلَّا هُوَ" است